غلام احمد حریری
صدر شعبہ علوم اسلامیہ، زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور تعمیر انسانیت

شرفِ انسانیت کائنات گوناگوں موجودات کا مرقع ہے۔ فلاسفہ نے اشیاء کائنات کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، جمادات، نباتات اور حیوانات۔ پہلی دو قسمیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ تیسری قسم یعنی حیوانات میں نشو و ارتقاء کے ساتھ حرکت اور ارادہ بھی پایا جاتا ہے۔ اس قسم میں مخلوق کی وہ نوع بھی شامل ہے جس میں تمام حیوانی اوصاف کے ساتھ عقل و شعور اور قوتِ ناطقہ کا جوہر بھی موجود ہے کائنات کی یہی انوکھی مخلوق ہے جو علم الاجتماع میں خصوصی موضوع کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ حضرتِ انسان ہے جو شاہکارِ فطرت ہے۔

موجوداتِ عالم میں انسان کو کیا مرتبہ و مقام حاصل ہے؟ اس کا جواب دو طرز پر دیا گیا ہے۔ جو لوگ مذہب کو کسی فکر و فلسفہ کی اساس قرار نہیں دیتے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسانی حرکات و سکنات میں چونکہ حیوانات کا پہلو نمایاں ہے اس لئے حیوانات کی ارتقائی صورت کا نام ہی انسانیت ہے۔ بالفاظ دیگر انسان ایک سلجھے ہوئے حیوانات سے زائد اور کچھ بھی نہیں۔ اس نظریہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انسان واقعی شاہکارِ فطرت ہے۔

بخلاف ازیں اہل مذہب نے اس بات کو بنیادی اصول کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔ کہ انسان عام حالت میں ایک ادنیٰ مخلوق ہے۔ اسے بلند مرتبہ حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت و کاوش کی ضرورت ہے۔ مسیحیت نے انسان کو پیدائشی گناہ گار قرار دیا۔ بدھ مت نے دنیوی زندگی کو آلائش کا نام دیا۔ مہاتما بدھ کے نزدیک دنیا سے کنارہ کش اور بے تعلقی ہی عین انسانیت ہے۔ انسان اپنے گناہوں اور آلائشوں سے اس صورت میں نجات حاصل

کرسکتا ہے۔ جب کہ وہ اپنے آپ کو سخت تکلیفوں میں مبتلا کرے۔ غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مذہبی نقطۂ نظر سے بھی انسان کا مرتبہ و مقام متعین نہیں ہو سکا اگر ایک طرف روحانی پیشوا کی پرشکوہ شخصیت کو دیکھ کر عظمت انسانی کا احساس ہوتا ہے تو دوسری طرف جھکتے ہوئے انسانوں کی ذلت آشکار ہوتی ہے۔ جس طرح ایک طرف بادشاہ اور صاحبِ اقتدار انسان ہیں تو دوسری طرف بھیڑ بکریوں کی طرح بکنے والا غلام اور باندیاں تذلیل کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

اسلام اور انسان اس غیر فطری طرزِ فکر کو اسلام نے مٹایا اور اس نے انسانی عظمت کا نعرہ اس وقت لگایا جب اس اساس پر سوچنے کا شعور بھی مفقود تھا۔ یہ شرف صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے انسانی عظمت کا نظریہ پیش کیا، اور عقلی و منطقی دلائل سے اس کو ثابت کیا۔

قرآن میں فرمایا:

ولقد کرمنا بنی آدم و	اور ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ہم نے
حملناھم فی البر والبحر	ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور پاکیزہ
ورزقناھم من الطیبت و	چیزیں ان کو عطا کیں اور ہم نے ان کو اپنی
فضلناھم علی کثیر ممن	بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔
خلقنا تفضیلاً (بنی اسرائیل ۷۰)	(بنی اسرائیل ۷۰)
لقد خلقنا الانسان فی احسن	ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا
تقویم (التین ۲)	ہے (التین ۲)

انسانی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اس کائنات میں خلیفۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس حیثیت کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ جب فرشتوں نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا "انی اعلم مالا تعلمون" (جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے) کائنات کی کوئی اور مخلوق اس فضیلت میں انسان کی شریک نہیں۔ قرآن کریم نے اسے امانت قرار دیا ہے اور انسان کو اس کا امین۔ ساری مخلوق نے اس بارِ امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

قرآن کریم میں فرمایا

انا عرضنا الامانته علی السموٰت	ہم نے یہ امانت آسمان زمین اور پہاڑوں
والارض الجبال فابین ان	کے سامنے پیش کی تھی مگر انہوں نے اس کی
یحملنھا واشفقن منھا وحملھا	ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس
الانسان انہ کان ظلوماً جھولا	سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بیشک
(الاحزاب ۔ ۱۳۲)	وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے ۔

اکثر مفسرین نے اس آیۂ کریمہ میں امانت سے نیابت خداوندی اور خلافت الٰہی مراد لی ہے ۔ کیونکہ اس سے انسانی عظمت کا اثبات ہوتا ہے گویا انسانی عظمت کا راز اس میں مضمر ہے کہ انسان ایک اجتماعی نظام تشکیل دے جس میں احکام خداوندی کو نافذ کیا جائے ۔ اس کا صحیح مقام یہ ہے کہ وہ اللہ کا بندہ بن کر رہے اور لوگوں کو خدا کی بندگی کی طرف دعوت دے ۔ اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود خدا بن بیٹھے اور خلق خدا کو محکوم بنا لے ۔

اسلام انسانی شرف کے لحاظ سے سب کو مساوی قرار دیتا ہے ۔ کسی شخص کو اظہار فضیلت کا ایسا کوئی حق نہیں جس سے فساد بپا ہو اور جو باطل امتیازات پر مبنی ہو ۔ اسلام نے فخر و مباہات اور عصبیت جاہلیہ کو ملعون قرار دیا ۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حاکم و محکوم، آقا و غلام اور اشرف و ادنیٰ کا امتیاز جاتا رہا ۔ مصنوعی حد بندیاں ٹوٹ گئیں اور انسان ایک مرتبہ پھر انسانی شرافت اور عظمت آدمیت کا حامل بن گیا ۔

نبوت کا کارنامہ

انسانی عظمت و شرف ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رسل و انبیاء کو انسانوں کی اصلاح تکمیل کا فریضہ عطا کیا اور ان حضرات نے انسان کو اپنی دعوت و ارشاد کا موضوع بنایا ۔ انبیاء علیہم السلام کی بصیرت پر اللہ تعالیٰ نے یہ راز فاش کیا کہ اس دنیا کی قسمت اور اساس کی آبادی و ویرانی کا فیصلہ انسان پر موقوف ہے ۔ اگر حقیقی انسان موجود ہے تو یہ دنیا اپنی سب ویرانیوں اور بے سروسامانیوں کے ساتھ آباد و معمور ہے اور اگر حقیقی انسان موجود نہیں تو یہ اپنی ساری رونقوں اور اپنے ساز و سامان کے ساتھ ایک ویرانے سے بہتر نہیں ۔ اس دنیا کی بدقسمتی ذرائع و وسائل کی کمی

اور فقدان سے نہیں بلکہ اچھے انسانوں کے نہ ہونے سے ہے۔ پھر انسان اپنی عظمت، اپنی وسعت اور اپنی مرکزیت کے اعتبار سے کہیں زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو سعی و محنت اور توجہ کا موضوع بنایا جائے۔ یہ کائنات بڑی پر اسرار، بڑی پر از عجائبات بڑی حسین و جمیل اور بڑی طویل و عریض ہے۔ لیکن انسان کی فطرت کے اسرار و عجائبات، اس کے تخیل کی بلند پروازیوں، اس کی روح کی بے تابیوں اور گرم جوشیوں اور اس کی غیر محدود صلاحیتوں کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں اس کے عزم و ارادہ کے آگے ہر طاقت سرنگوں ہے۔ اس کی حسن سیرت کے سامنے دنیا کا ہر حسن ماند ہے۔

اسی بناء پر ہر نبوت نے اپنے دور میں ایسے افراد تیار کئے جنہوں نے اس دنیا کو نئی زندگی بخشی۔ نبوت کے ان کارناموں میں جو زندگی کی پیشانی پر درخشاں و تاباں ہیں سب سے روشن کارنامہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ ہے مردم سازی اور آدم گری کے اس کام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کامیابی عطا فرمائی وہ آج تک کسی انسان کو حاصل نہیں ہوئی۔ آپ نے جس سطح سے تعمیر انسانیت کا کام شروع کیا اس سطح سے کسی پیغمبر اور کسی مصلح اور کسی مربی کو شروع کرنے میں ضرورت کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ اور جس سطح پر آپ نے اس کام کو پہنچایا اس سطح تک کبھی تعمیر انسانیت کا پیغام نہیں پہنچایا تھا۔ جس طرح آپ نے انسانیت کی انتہائی پستی سے کام شروع کیا اسی طرح انسانیت کو آخری بلندی تک پہنچایا۔ آپ کے تیار کئے ہوئے افراد میں سے ایک ایک نبوت کا شاہکار ہے۔ اور نوع انسانی کے شرف و افتخار کا باعث، انسانیت کے مرقع میں بلکہ اس پوری کائنات میں پیغمبروں کو چھوڑ کر اس سے زیادہ حسین و جمیل، اس سے زیادہ دلکش و دل آویز تصویر نہیں ملتی۔ جو ان کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ ان کا پختہ یقین، ان کا گہرا علم، ان کا سچا دل، ان کی بے تکلف زندگی۔ ان کی بے نفسی و خدا ترسی، ان کی پاکبازی، ان کی شفقت و رافت اور ان کی شجاعت و جلالت، ان کا ذوقِ عبادت اور ان کا شوقِ شہادت، ان کی شہسواری، ان کی شب زندہ داری، ان کی سیم و زر سے بے پرواہی اور ان کی دنیا سے بے رغبتی، ان کا عدل اور ان کا حسن انتظام دنیا کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ حضور کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے

انسانی افراد تیار کئے۔ ان میں ایک ایک فرد ایسا تھا جو اگر تاریخ شہادت پیش نہ کرتی اور دنیا اس کی تصدیق نہ کرتی تو ایک شاعرانہ تخیل اور ایک فرضی افسانہ معلوم ہوتا۔ لیکن وہ تاریخ کی ایک حقیقت ہے۔ وہ ایک ایسا انسانی وجود تھا جس میں نبوت کے اعجاز نے متضاد اوصاف و کمالات پیدا کر دیئے تھے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:۔

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو!!
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

اس کے زمانے عجیب، اس کے فسانے عجیب
عہدِ کہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل
ساقیِ اربابِ ذوق، فارسِ میدانِ شوق
بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل

سیرت سازی کے درخشاں نمونے

دنیا میں بے شمار اصلاحی اور انقلابی تحریکیں اٹھیں، مگر ان میں سے ہر ایک نے انسان کو جوں کا توں رکھ کر خارجی نظام کو بدلنے کی کوشش اور تدبیریں کی ہیں۔ لیکن ہر وہ تبدیلی جو حقیقی مسائلِ حیات کو حل کرنے کے لحاظ سے بالکل رائیگاں رہی جو انسان کو اندر سے نہیں بدل سکی۔ حضور کی زندگی کا یہ پہلو بڑا ہی اہم ہے کہ انسان کا باطن یکسر بدل گیا انسانی روپ میں جو خواہش پرست حیوان پایا جاتا تھا حضور کی سیرت سازی کی تاثیر سے وہ بالکل مٹ گیا۔ اور اس کی راکھ سے ایک نیا انسان ابھر آیا۔ اس نئے

کا لاابالی نوجوان بدلا تو کہاں پہنچا۔ حضرت ابوذر غفاری کو لیجئے کہ انقلابی جذبے سے سرشار ہو کر جاہلیت کو چیلنج کیا اور خوب مار کھائی۔ کعب بن مالک کا کردار دیکھئے لبینہ اور سمیہ جیسی کنیزوں کی انقلابی شجاعت و عزیمت پر نگاہ ڈالیئے۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار کی جرأت سے سبق لیجئے۔ ایرانی سپہ سالار کے دربار میں ربعی بن عامر کی شان استغنا ملاحظہ فرمائیے: "تاروں کے اس جھرمٹ میں کون ہے جس کا ایمان لمعہ افگن نہیں ہے۔"

ان ہستیوں سے وہ معاشرہ بنا اور ایسے قائدین اور اراکین کے ہاتھوں وہ نظام چلا جس نے اگر بندشِ شراب کی منادی کی تو ہونٹوں سے لگے پیالے فوراً الگ ہو گئے۔ اور بہترین شراب کے مٹکے مدینہ میں لنڈھا دیئے گئے۔ جس نے اگر عورتوں کو سر و سینہ ڈھانپنے کا حکم دیا تو حکم ملتے ہی کسی تاخیر کے بغیر اس کی تعمیل ہو گئی۔ جس نے اگر جہاد کے لئے پکارا تو نوعمر لڑکے تک ایڑیوں پر کھڑے ہو کر یہ کوشش کرتے دکھائی دیئے کہ ان کو واپس نہ کیا جائے۔ جس نے اگر چندہ طلب کیا تو جہاں حضرت عثمان جیسے دولت مند تاجروں نے سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطاریں لا لا کر کھڑی کر دیں اور حضرت ابوبکر جیسے فدائیوں نے گھر کی ساری متاع حضور کے قدموں میں ڈال دی۔

وہاں ایسے مزدور بھی تھے جنہوں نے دن بھر کی مزدوری سے حاصل شدہ کھجوریں جنگی فنڈ میں دے کر دامن جھاڑ دیا۔ جس نے اگر مہاجرین کی بحالی کیلئے انصار کو پکارا تو انھوں نے اپنے مکان اور کھیت اور باغ آدھوں آدھ بانٹ دیئے اور اخوت کا ایک بے مثل سماں پیدا کر دیا۔ جس نے اگر مالِ غنیمت کو سپہ سالار کے پاس جمع کرانے کا حکم دیا تو اس شان سے تعمیل کی گئی کہ فوج ایک ایک سوئی اپنے افسر کو پیش کر دیتی تھی یہ واقعہ ہمیشہ تاریخ میں درخشاں رہے گا کہ مدائن کے اموال کا ایک قیمتی حصہ عاصر نامی سپاہی کے ہاتھ آتا ہے۔ اور بغیر اس کے کہ کسی کو بھی اس خزانۂ زر و جواہر کا علم ہو وہ رات کی تاریکی میں چپکے سے اپنے سالار تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ ہستیاں تھیں جنہوں نے نیکی کا ایسا ماحول بنا رکھا کہ جس میں شاذ و نادر ہی جرائم ہوتے تھے۔ حضور کے پورے دس سالہ دور میں گنتی کے چند مقدمات عدالت میں آئے۔ یہ نیکی کا ایسا ماحول تھا جس میں کوئی سی آندھی نہ تھی۔ بلکہ لوگوں کے ضمیر ان کے پاسبان و نگران بن گئے۔

یہ تھا وہ انقلاب جس نے باہر کے نظام کے ساتھ ساتھ اندر سے انسانی قلب و ذہن کو بدلا۔ اور نیا کردار پیدا کیا۔ اسی لئے وہ حقیقی اور بنیادی مسائلِ حیات کو حل کرنے میں کامیاب ہوا۔ انہیں اینٹوں سے اسلامی معاشرے کی عمارت استوار ہوئی۔ ان افراد ہی کی طرح ان سے بنا ہوا معاشرہ بھی صالح، امانت دار، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والا تھا۔ اس معاشرے کے اثر و نفوذ اور اس حکومت کے اقتدار کے تحت عوامی زندگی میں ہر طرف ایمان اور عملِ صالح، صدق و اخلاص، جہاد و اجتہاد، لین دین میں عدل و اعتدال نظر آنے لگا۔ آپ کے تیار کردہ افراد آزمائش کی ان بھٹیوں سے کھرے اور خالص سونے کی طرح نکلے جس میں کوئی کھوٹ اور ملاوٹ نہ تھی۔ انھوں نے ہر نازک موقع پر قوتِ ایمانی، قوتِ ارادی، پاکبازی، احساسِ ذمہ داری اور امانت و دیانت کے وہ بلند نمونے پیش کئے جس کی مورخین و ماہرینِ نفسیات توقع بھی نہیں کر سکتے۔

خلفائے راشدین کا زہد اور ان کی سادگی

اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ محترمہؓ کو ایک دفعہ کوئی میٹھی چیز کھانے کی خواہش ہوئی اور انھوں نے روزانہ کے خرچ سے کچھ پس انداز کر لیا۔ حضرت صدیقِ اکبر کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے وہ رقم بیت المال کو واپس کر دی اور اپنے روزانہ کے وظیفے سے بقدر اس رقم کے کم کرا دیا۔ انھوں نے کہا کہ تجربہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اتنی رقم زائد تھی۔ اس سے کم میں ابوبکرؓ کے گھرانے کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کا بیت المال اس لئے نہیں کہ اس سے حاکم کا خاندان عیش کی زندگی بسر کرے اور کھانے پینے میں توسع سے کام لے۔

آپ نے بہت سے بادشاہوں اور بہت سی جمہوریتوں کے سربراہوں کے سرکاری دوروں کی روئداد سنی ہو گی۔ اور ان کے شاہانہ تزک و احتشام اور کرّ و فر کا تماشا دیکھا ہو گا۔ ساتویں صدی مسیحی کے سب سے بڑے طاقت ور فرماں روا کے ایک سرکاری دورے کی تفصیل ابن کثیر کی زبانی سنیئے۔ یہ ایسے حاکم کا دورہ تھا۔ جس کا نام سن کر لوگوں کے دل لرز جاتے تھے۔ اور وہ تھرّا اٹھتے تھے۔ میری مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ ابن کثیر رقم طراز ہیں:

"حضرت عمر بن الخطاب بیت المقدس جاتے ہوئے ایک خاکستری

رنگ کی اونٹنی پر سوار تھے۔ دھوپ میں آپ کے سر پر کوئی عمامہ اور ٹوپی نہ تھا۔ کجاوہ کے دونوں طرف آپؓ پاؤں لٹکائے ہوئے تھے۔ اس میں رکاب بھی نہ تھی۔ اونٹ پر موٹا اونی کپڑا تھا۔ جسے آپ اتر کر بچھاتے تھے۔ آپ کی گٹھڑی جو چمڑے یا اون کی تھی جس میں پتے بھرے ہوئے تھے۔ سواری کی حالت میں اس پر ٹیک لگاتے اور اترنے کے بعد اس کا تکیہ بناتے تھے۔ آپ کی قمیض ایک پرانے موٹے کپڑے کی تھی۔ جو بغل کے نیچے سے پھٹی ہوئی تھی۔"

آپ نے وہاں کے سردار کو بلایا۔ چنانچہ لوگ جلوس کو بلانے گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا کرتہ دھو دو اور اس کے پھٹے ہوئے حصے میں پیوند لگا دو۔ اور میرے لئے عاریتاً کوئی کپڑا فراہم کرو۔ چنانچہ ایک ریشمی کرتہ حاضر کیا گیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر حیرت سے پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ریشم ہے۔ فرمایا! ریشم کیا ہوتا ہے لوگوں کے بتانے پر آپ نے کرتہ اتار کر غسل فرمایا۔ آپ کا پیوند لگا کرتہ حاضر کیا گیا۔ تو آپ نے ان کا ریشمی کرتہ اتار کر اپنا وہی کرتہ پہن لیا۔

سردار نے ان سے کہا کہ آپ شاہ عرب ہیں اور یہاں کے لوگوں میں اونٹ کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس لئے آپ اگر کوئی اچھا کپڑا پہن لیں اور گھوڑے پر سوار ہوں تو اس سے اہل روم متاثر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے عزت دی تو اب اللہ کے بدلے ہم کسی چیز کو نہیں اپنائیں گے۔ ایک گھوڑا لایا گیا جس پر آپ نے اپنی چادر ڈال دی۔ اس پر نہ لگام استعمال کی اور نہ رکاب باندھی بلکہ یوں ہی سوار ہو گئے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد فرمایا روکو۔ میں نے اس سے پہلے لوگوں کو شیطان پر سوار ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ آپ کا اونٹ لایا گیا اور آپ اس پر سوار ہوئے۔"

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۵۹)

اسی طرح مؤرخ نے طبری نے آپ کے ایک سفر کا حال لکھا ہے۔

"ایک بار حضرت عمر حضرت علی کو مدینہ میں اپنا جانشین بنا کر سفر پر نکلے آپ کے ساتھ کچھ صحابی بھی تھے۔ آپ بحر احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ اسی اثناء میں آپ اپنے غلام کی سواری پر سوار ہو گئے۔ اور اپنی سواری غلام کو دے دی۔ جب لوگوں کا پہلا گروہ آپ سے ملا تو دریافت کیا کہ امیر المومنین کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے سامنے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے جب ایلہ کے مقام پر پہنچے تو لوگوں نے آپ کو پہچانا (طبری ج ۴ ص ۲۰۳)

خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سیرت کے مختلف پہلو اور ان کے محاسن اخلاق کتابوں میں متفرق و منتشر موجود ہیں ان سب کو جمع کر کے آپ اپنے ذہن میں ایک فرد کی مکمل زندگی اور پوری تصویر تیار کر سکتے ہیں۔ خوش قسمتی سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا پورا اخلاقی سراپا ہمارے لٹریچر میں موجود ہے۔ اس کو دیکھئے اور پڑھئے کہ نبوت نے اپنی تعلیم و تربیت اور اپنی مردم سازی اور کیمیا گری کے کیسے یادگار نمونے چھوڑے ہیں۔ حضرت علی کی خدمت میں شب و روز رہنے والے ایک رفیق ضرار بن ضمرہ اس طرح ان کی تصویر کھینچتے ہیں۔

"بڑے بلند نظر بڑے اعلیٰ ہمت۔ جچی تلی گفتگو فرماتے۔ زبان و ذہن سے علم کا سرچشمہ ابلتا۔ دنیا اور اس کی بہاروں سے وحشت تھی۔ رات کی تاریکی میں خوش رہتے۔ آنکھیں پر آب۔ ہر وقت فکر و غم میں ڈوبے ہوئے۔ کپڑا وہ مرغوب جو موٹا جھوٹا ہو۔ غذا وہ مرغوب جو غریبانہ اور سادہ ہو۔ کوئی امتیازی نشان پسند نہیں کرتے تھے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ایک شب انکو ایسی حالت میں دیکھا کہ رات نے اپنی ظلمت کے پردے ڈال دیئے تھے اور ستارے ڈھل چکے تھے۔ آپ اپنی مسجد کے محراب میں کھڑے تھے۔ داڑھی مٹھی میں تھی۔ اس طرح تڑپ رہے تھے۔ جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ روتے جاتے تھے اور کہتے تھے"

"اے دنیا کیا تو میرا امتحان لینے چلی ہے۔ مجھے بہکانے لگی ہے۔ مایوس ہو جا کسی اور کو فریب دے۔ مَیں نے تو تجھے ایسی تین طلاقیں دی ہیں جن کے بعد رجعت کا کوئی سوال نہیں۔ تیری عمر کوتاہ۔ تیرا عشق بے حقیقت۔ ہائے زادِ راہ کس قدر کم ہے۔ سفر کتنا طویل اور راستہ کتنا وحشت ناک ہے۔" (صفۃ الصفوۃ ابن الجوزی ج ۱)

پہلا اسلامی معاشرہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے نتیجے میں قائم ہونے والا یہ معاشرہ جسے آپ نے کندن بنا دیا تھا۔ انسانیت کی پوری تاریخ میں بہترین انسانی معاشرہ ثابت ہوا جو تمام انسانی محاسن کا جامع تھا۔ اس معاشرے کا تعارف اس کے ایک فرد حضرت عبداللہ بن مسعود نے بڑے بلیغ ہمہ گیر اور معنی خیز الفاظ میں اس طرح کرایا ہے۔

"وہ لوگ تمام لوگوں میں پاکیزہ ترین دل۔ عمیق ترین علم اور کم سے کم تکلف والے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت بابرکت اور دین کی سربلندی و نصرت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔" (مسند راوی)

حضورؐ کی سیرت سازی کا اثر بعد کی نسلوں پر

نبوت کا یہ کارنامہ زمانہ بعثت پہلی صدی ہجری کے ساتھ مخصوص نہیں۔ آپ کی تعلیمات نے اور آپ کے صحابہ کرام نے زندگی کے جو نمونے چھوڑے تھے۔ وہ مسلمانوں کی بعد کی نسلوں اور وسیع عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں ہر شعبہ زندگی اور صنف کمال میں عظیم انسان پیدا کرتے رہے۔ اس لازوال مدرسہ نبوت کے فضلاء اور تربیت یافتہ اپنے اپنے زمانہ کی زیب و زینت اور انسانیت کے شرف و عزت کا باعث ہیں کسی بڑے سے بڑے مصنف اور مؤرخ کی یہ طاقت نہیں کہ ان لاکھوں اہل یقین اور اہل معرفت کے ناموں کی فہرست ہی پیش کر سکے جو اس تعلیم کے اثر سے مختلف زمانوں اور مختلف مقامات پر پیدا ہوتے رہے۔ یہ ان کے مکارم اخلاق۔ ان کی بلند انسانیت اور ان کے روحانی کمالات کا احاطہ تو کسی طرح ممکن نہیں۔

ان کے یقین نے لاکھوں انسانوں کے دلوں کو یقین سے بھر دیا۔ ان کے عشق نے لاکھوں انسانوں کے سینوں کو عشق کی حرارت اور سوز سے منور کر دیا۔ ان کے فیض صحبت نے لاکھوں حیوان صفت انسانوں کو حقیقی انسان بنا دیا۔ بادشاہوں کی صف میں بھی جو کشور کشائی اور ملک گیری کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے۔ آپ کی تعلیم نے ایسے درویش صفت اور زاہد سیرت بادشاہ پیدا کئے جو زہد و ایثار کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر تارک الدنیا درویشوں اور گوشہ نشین فقیروں کے یہاں بھی مشکل سے ملتی ہے۔ بقول اقبال

جن کی حکومت سے ہے فاش یہ رمز غریب
سلطنت اہل دین فقر ہے شاہی نہیں

مدرسہ نبوت کے ان فیض یافتہ سلاطین میں آپ صرف سلطان صلاح الدین ایوبی کا حال پڑھیں۔ نسل و نسب کے اعتبار سے جس کی رگیں عربی خون سے خالی تھیں۔ اور جو چھٹی صدی ہجری میں ہوئے ہیں۔ سلطان کے بارے میں ان کا معتمد خاص ابن شداد شہادت دیتا ہے۔

"زکوٰۃ فرض ہونے کی نوبت ساری عمر نہیں آئی۔ اس لئے کہ انہوں نے کبھی اتنا پس انداز ہی نہیں کیا جس پہ زکوٰۃ فرض ہو۔ ان کی ساری دولت صدقات و خیرات میں خرچ ہوئی۔ وفات کے وقت صرف ۴۷ درہم اور ایک سونے کا سکہ چھوڑا۔ باقی کوئی جائیداد و ملکیت کوئی مکان زمین اور باغ نہیں چھوڑا۔ ان کی تجہیز و تکفین میں ایک پیسہ بھی ان کی میراث سے صرف نہیں ہوا۔ سارا سامان قرض لیا گیا۔ یہاں تک کہ قبر کے لئے گھاس کے پولے بھی قرض لئے گئے۔ کفن کا انتظام ان کے قاضی وزیر فاضل نے کیا کسی حلال ذریعہ سے کیا۔" (النوادر دارالسلطانیہ ص ۱۲)

انسانی بلندی۔ شرافت نفس اور عالی حوصلگی کے اعتبار سے بھی سلطان تاریخ کے عظیم ترین انسانوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ بیت المقدس کی فتح کے موقعہ پر عیسائی فاتحین کے برخلاف سلطان نے جس شفقت و رحمت کا مظاہرہ کیا اس

کا ذکر کرتے ہوئے ان کا مغربی سوانح نگار اسٹنلی لین پول لکھتا ہے۔

"اگر دنیا کو صلاح الدین کی عالی حوصلگی و شرافت کے اس معاملہ کے سوا اور کچھ نہ معلوم ہو جو اس نے بیت المقدس کی فتح اور اسلام کے لیۓ اور اس کی بازیابی کے وقت اپنے مسیحی دشمنوں کے ساتھ کیا تھا تب بھی بات ثابت کرنے کے لیۓ بہت کافی ہے کہ اس کے زمانے میں عالی ہمتی۔ عظمت و شجاعت اور مردانگی میں کوئی آدمی اس سے بڑھا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ اس معاملہ میں وہ ہر زمانے کے لوگوں میں عظیم تر تھا۔" (سلطان صلاح الدین ص ۲۰۵)

یہ ٹھیک ہے کہ سارے سلاطین و فرمانروا جو اسلامی عہد میں گزرے وہ نورالدین صلاح الدین۔ ناصر الدین محمود، اور اورنگ زیب عالمگیر جیسے نہ تھے۔ لیکن آپ کو جن سلاطین میں بلند اخلاقی، خدا ترسی، فقر و زہد۔ ایثار و قربانی اور شفقت و رحمت کی یہ شان نظر آتی ہے۔ وہ صرف نبوت کے فیض اور دینی جذبہ کا نتیجہ ہیں۔ آپ اگر ان کی زندگی اور سیر و سوانح کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو سراغ لگانے میں دقت نہ ہوگی۔ کہ ان سب کا تعلق اسی ایک سرچشمہ ہدایت سے تھا جس نے ہر دور میں عظیم انسان پیدا کیۓ۔ خواہ ان کا زمانہ کتنا ہی دور ہو۔ دراصل یہ سب اسی درس گاہ نبوت کے فیض یافتہ ہیں جس نے تعمیر انسانیت کا کام سب سے وسیع پیمانے پر اور سب سے اعلیٰ سطح پر انجام دیا۔ اور جس کا فیض اب بھی انسانیت کے چراغ کو روشن کیۓ ہوئے ہے۔ اور جہاں کہیں روشنی ہے اسی ایک چراغ کا پرتو ہے۔

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند

اس مدرسہ کی تربیت کی تاثیر اور اس کے بانی کا فیض کبھی طارق کی شجاعت محمد بن قاسم کی بسالت اور موسیٰ بن نصیر کی ہمت کے پردے میں چمکا۔ کبھی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی ذکاوت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ کبھی امام مالک و احمد بن حنبل کی صلابت و استقامت کے پیکر میں آشکارا ہوا۔ کبھی نورالدین زنگی کے لطف و کرم میں جلوہ گر ہوا۔ کبھی صلاح الدین کے عزم و محکم اور سعی پیہم سے ہویدا ہوا۔ کبھی امام غزالی

کا جوہر کمال بن کر سامنے آیا۔ اور کبھی شیخ عبد القادر جیلانی کا تقدس و روحانیت بن کر دلوں کا مداوا بنا۔ کبھی ابن جوزی کی تاثیر بنا۔ اور کبھی اورنگ زیب عالمگیر کے آہنی عزم کی ہیئت میں نمایاں ہوا۔ کبھی مجدد الف ثانی کے آثار قلم میں۔ کبھی شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت بن کر ابھرا اور کبھی شاہ ولی اللہ کی حکمت بن کر اور کبھی ان کے بعد آنے والے داعی و مصلحین کی خدمات بن کر نمایاں ہوا۔

ان تمام عبقریتوں اور ان کی عملی و علمی خدمات کا سلسلہ اسی مدرسہ اور اس کی تربیت اور اس خوش آئند عہد پر منتہی ہوتا ہے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شروع ہوا۔ جن میں انسانیت کے افضل ترین امکانات کو ابھرتے اور سرگرم عمل ہونے کا موقع ملا۔ اور جس میں ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے اور کام لینے والے افراد ملنے لگے۔ یہ مدرسہ زمانے کی چیرہ دستی اور لوگوں کی ناآشنائی کے باوجود تاریخ میں بے مثال افراد پیدا کرتا رہا۔ اور اپنے مفید اثرات و ثمرات سے انسانیت کی جھولی بھرتا رہا ہے۔

اس بات پر جس قدر افسوس کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ کہ ہماری جدید تہذیب اور موجودہ فکری قیادت معاشرہ انسانی کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے افراد تیار کرنے اور انسان کی سیرت سازی میں بری طرح ناکام رہی ہے۔ وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر سکتی ہے۔ وہ انسان کو چاند اور ستاروں پر پہنچا سکتی ہے۔ وہ ذراتی طاقت سے بڑے بڑے کام لے سکتی ہے۔ وہ علم و ہنر کو آخری نقطہ عروج پر پہنچا سکتی ہے۔ ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے کسی انکار کی کوئی گنجائش نہیں لیکن وہ صالح اور صاحب یقین افراد پیدا کرنے سے بالکل عاجز ہے۔ اور یہی وجہ اس کی سب سے بڑی ناکامی اور بدنصیبی ہے۔ اور اسی وجہ سے صدیوں کی محنتیں ضائع و برباد ہو رہی ہیں اور ساری دنیا مایوسی اور انتشار کا شکار ہے۔

نئی فکری قیادت نے جو افراد دنیا کو عطا کئے ہیں وہ ایمان و یقین سے خالی۔ ضمیر انسانی سے محروم۔ اخلاق عالیہ سے تہی دامن۔ انسانیت کے شرم و احترام سے غافل ہیں۔ وہ یا تو لذت و عزت کے فلسفہ سے واقف ہیں یا صرف قوم پرستی اور وطن دوستی کے مفہوم سے آشنا ہیں۔ اس نوعیت و صلاحیت کے افراد خواہ جمہوری

نظام کے سربراہ ہوں یا اشتراکی نظام کے ذمہ دار کبھی کوئی صالح مشورہ۔ پُرامن ماحول اور خدا ترس و پاکباز سوسائٹی قائم نہیں کر سکتے۔ اور ان پر خدا کی مخلوق اور انسانی کنبہ کی قسمت کے بارے میں کبھی اعتماد نہیں کیا جا سکا۔

اس دنیا میں صالح ترین افراد اور صالح ترین معاشرہ صرف نبوت نے تیار کیا ہے اور اس کے پاس دل کو بدلنے اور گرمانے، نفس کو جھکانے اور جمانے، نیکی و پاکبازی کی محبت اور گناہ و بدی سے نفرت پیدا کرنے، مال و زر، ملک و سلطنت عزّت وجاہ اور سیادت وقیادت کی سحر انگیز ترغیبات کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا کرنے کی صلاحیت ہے۔ وہی افراد جو ان صلاحیتوں کے مالک ہوں دنیا کو ہلاکت سے اور تہذیب جدید کو تباہی سے بچا سکتے ہیں۔

نبوت نے دنیا کو سائنس نہیں دی۔ ایجادیں نہیں عطا کیں۔ اس کو نہ اس کا دعویٰ ہے۔ نہ ایسا کرنے پر شرمندگی اور معذرت۔ اس کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے دنیا کو افراد عطا کئے۔ جو خود صحیح راستے پر چل سکتے ہیں اور دنیا کو چلا سکتے ہیں جو اپنی زندگی کے مقصد سے واقف اور اپنے پیدا کرنے والے سے آشنا ہیں۔ نبوت نے دنیا کو ایجادوں کے عوض ابوبکر اور عمر دیئے ہیں عثمان و علی دیئے ہیں۔ طارق و خالد اور محمد بن قاسم امام بخاری و مسلم رازی و غزالی اور ابن تیمیہؒ عطا کئے ہیں۔ انہی کا وجود انسانیت کا اصل سرمایہ اور انہی کی تربیت نبوت کا اصل کارنامہ ہے۔ اس لئے دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کے لئے اسی سرچشمہ فیض کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ است
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است